مرد، نامرد اور مردانگی، نامردی کی معنویت کے الجھاؤ

تمثال مسعود

Abstract:

Like most languages, Urdu has a rich and complex history in terms of its establishmentor more accurately developmentas a formal literary language. In the course ofdiscussing the history of Urdu-language lexicons, scholars have mostly focused on issuesrelated to gender, pronunciation, spelling, and plural forms. These are surely important features of the Urdu language but the usage of specific words and their compatibilitywith contemporary topics are also crucial to the study of the languages developmentand standardization. In this article, I trace the wordmard(man) across several genresand periods, paying close attention to what it reveals about how difficult it is to addressa number of important contemporary topics in Urdu.

امریکا کی نیوز میگزین ٹائم (TIME) اپنے سالانہ شمارے کو رواں سال کی سب سے زیادہ بااثر اور سرخیوں میں رہنے والی شخصیت کے نام منسوب کرتی ہے۔ اِس روایت کے تحت ٹائم میگزین نے امریکا کے سابق صدر ڈانلڈ ٹرمپ کو سن ۲۰۱۶ء کا ''پرسن آف دی ایئر'' (Person of the Year) منتخب کیا تھا۔ اِس انتخاب کی وجہ ٹائم میگزین نے یہ بتائی تھی کہ ڈانلڈ ٹرمپ امریکی صدر کے لیے منتخب ہونے والے پہلے شخص ہیں جن کی سیاست یا ملیٹری سے کوئی وابستگی نہیں ہے۔ ڈانلڈ ٹرمپ کو اپنے انتخاب کیے جانے کی وجہ پر اعتراض نہیں تھا بس اُن کا یہ پُر زور مطالبہ تھا کہ انتساب کی تحریر کو یوں ہونا چاہیے تھا: مین آف دی ایئر (Man of the Year)۔[۱]

ڈانلڈ ٹرمپ کا یہ مطالبہ خاصا متنازعہ موضوع بن گیا تھا جس کے سمجھنے کے لیے ٹائم میگزین کے انتساب کی لفظیات کے پس منظر کو ایک نظر دیکھ لینا بہتر ہوگا۔ ۱۹۲۷ء میں ٹائم میگزین نے اِس سلسلے کو شروع کیا تھا اور منتخب کی جانے والی شخصیت کو Man of the Year یا Woman of the Year لکھا جاتا تھا۔ لیکن ۱۹۹۱ء میں

ٹائم میگزین نے مرد اور عورت کے جنسی امتیاز کی نشاندہی کرنے والے لفظ کو بدل کر اِس عبارت کو Person of the Year کر دیا یعنی رواں سال کی شخصیت۔ آج کے دور میں ڈانلڈ ٹرمپ کا خود کو ''مرد'' کہلوانے پر زور دینا بڑا معنی خیز ہے۔ ڈانلڈ ٹرمپ نے ۲۰۱۷ء کے امریکی صدر کی اپنی انتخابی مہم کے دوران جنس اور نسل پر مرکوز ایسے بیان دیے تھے جن کو علانیہ کہنے کی اخلاقاً ممانعت ہے۔ لیکن ڈانلڈ ٹرمپ کے طرفداروں کا کہنا تھا کہ ایسی باتوں کو سرِ عام علانیہ کہنے کے لیے ہمت چاہیے اور ڈانلڈ ٹرمپ ایسا ''مرد'' ہے جس میں اِن باتوں کے کہنے کی ہمت ہے۔

مرد، مردانگی؛ شریف، بہادر قسم کے لفظوں کے تعلق سے میں اِس مضمون میں بحث کر کے یہ دیکھنے کی کوشش کروں گا کہ آج کے کچھ بے حد سنجیدہ موضوعات پر گفتگو کرنے کے لیے اِن لفظوں کی معنویت کے دائرے میں کتنی وسعت ہے۔ سب سے پہلے مرد اور مردانگی کے حوالے سے کچھ بنیادی باتیں دیکھ لی جائیں۔ علیٰ نفس شریف آدمی کی صفتوں میں ایک صفت مردانگی بھی مانی گئی ہے۔ یہاں یہ بات ذہن میں رکھنے کی ہے کہ مردانگی اُس صورت میں مثبت صفت بنتی ہے جب اِس کا جوہر شریف اور نیک ہو۔ یعنی مردانگی کا عمل کسی نیک مقصد کے حاصل کرنے کے لیے کیا جائے۔ اِس کے برخلاف یہ عمل مردانہ تو ہو گا لیکن اِس عمل کو انجام دینے والا ''اعلیٰ نفس شریف مرد'' نہیں مانا جائے گا۔ مثلاً چار آدمیوں کو ایک اکیلا آدمی زیر کر کے اُن کو لوٹ لے تو یہ لوٹنے والا بہادر آدمی تو ہے لیکن اعلیٰ نفس شریف آدمی نہیں ہے۔ شریف آدمی کہلانے اور اعلیٰ صفات کا حامل بننے کے لیے کچھ آدمی مردانگی، ہمت، جرائت، اور شجاعت کا مظاہرہ کرتے ہیں۔ یہ مظاہرہ کسی عمل کے ذریعے ہو سکتا ہے، کسی خیال کے ذریعے ہو سکتا ہے، یا صرف شکل وصورت اور ہیئت کے ذریعے بھی ہو سکتا ہے۔ مثلاً کئی تہذیبوں میں مختلف انداز کی ڈاڑھی اور مونچھیں مردانگی کی نشانی مانی جاتی ہیں۔ پرانے وقت میں تلوار، خنجر، بندوق وغیرہ قسم کے اسلحوں کا اپنے جسم پر سجانا بڑے لوگوں کے لیے گویا ضروری تھا۔ اردو مرثیہ نگار میر انیس کا تلوار کے حوالے سے یہ مشہور شعر ہے:

اشراف کا بناؤ، رئیسوں کی شان ہے

شاہوں کی آبرو ہے، سپاہی کی جان ہے ۲

اب بہت جگہ کھلے عام مصلح ہو کر باہر نکلنا قانوناً منع ہو چکا ہے۔ لیکن بہت سے آدمیوں کو بندوق کا شوق آج بھی ہے۔ امریکا میں ہر شخص کو بندوق خریدنے اور رکھنے کا قانوناً حق ہے۔ امریکا کی سیاست میں بندوق کی ضرورت اور شوق کے متعلق جو بحثیں ہوتی ہیں اُن میں بندوق کے حامیوں کا ایک جواز مردانگی کا مظاہرہ بھی ہے (۳)۔ بادشاہوں اور اعلیٰ عہدے داروں کا اپنی کمر میں خوبصورت اور قیمتی اسلحے کا آویزاں کرنا بھی عام بات تھی بلکہ آج بھی کئی ملکوں میں سرکاری تقریبوں میں خاص موقعوں پر اعلیٰ مرد افسران اپنے جسم پر اسلحے سجاتے ہیں، بھلے ہی یہ تقریب رقص ہی کی کیوں نہ ہو۔ کچھ جگہوں پر شادی کے موقعے پر دولہا اپنی کمر میں کرائے کی تلوار سجا لیتا ہے۔ یہ تلوار اِس بات کی علامت بنتی ہے کہ یہ دولہا ''ایک اعلیٰ صفات کا حامل شریف آدمی ہے جس میں مردانگی'' ہے۔ مرد اور مردانگی

کی اِس مثبت معنویت کو مدلل کرنے کے لیے اردو لغتوں کو بھی دیکھ لینے کی ضرورت ہے۔ جان ٹی پلاٹس کی لغت A Dictionary of Urdu Classical Hindi and English (1884) میں مرد کے لیے یہ لفظ لکھے گئے ہیں:

a man; a male; a husband; - a brave or valiant man, a hero 4

سید احمد دہلوی کی فرہنگِ آصفیہ (۱۹۱۸ء۔۱۸۹۵ء) میں مرد کے لیے یہ لفظ ہیں: نر، آدمی، خاوند، شریف، خاندانی، عالی خاندان، جنٹلمین، بہادر، شجاع، سورما۔

سید احمد نے مرد کے معنی کی مزید وضاحت کی خاطر ایک کہاوت بھی درج کی ہے: مرد کی بات اور گاڑی کا پہیہ آگے کو چلتا ہے۔۵

مولوی عبدالحق کی ''اردو۔انگریزی ڈکشنری (۱۹۷۷ء)'' میں مرد لفظ کے یہ معنی دیے گئے ہیں:

a male; a man; a brave man; a hero; a husband 6

مرد لفظ کی اِس مثبت معنویت کے ساتھ ایک دوسرے پہلو کے دیکھنے کی بھی ضرورت ہے۔ اِس مضمون کے لیے مرد لفظ کا یہ پہلو خاصا اہم ہے۔ اسپینش اور پرتگالی زبان میں دوسرے کئی لفظوں کے ساتھ مرد کے لیے ایک لفظ ''ماچو'' (macho) بھی ہے۔ اسپین اور پرتگال میں ''ماچو'' لفظ کی قدیم تاریخی اور ادبی روایت موجود ہے۔ پرانے وقت میں شریف اعلیٰ نفس آدمی کے لیے ''ماچو'' لفظ کا استعمال کیا جاتا تھا یعنی ایسا آدمی جس میں شرافت ہو، شجاعت ہو، ذمہ داری کا احساس ہو، سمجھداری ہو، رہبری کرنے کی صلاحیت ہو۔۷ یہ معنی بالکل اردو میں استعمال ہونے والے لفظ ''مرد'' کے ہم معنی ہیں۔ لیکن پھر ''ماچو'' لفظ کی معنویت میں ایک تاریخی تبدیلی رونما ہوئی۔ ۷۰۔۱۹۶۰ء میں امریکا، لاطینی امریکا، اور دوسرے کئی یوروپین ممالک میں آزادیِ نسواں نے باقاعدہ ایک تحریک کی صورت اختیار کر لی تھی۔ اس تحریک کا بنیادی نظریہ یہ تھا کہ ہر شعبے میں عورت کی حیثیت آدمی کے برابر ہونا چاہیے اور عورت کو وہ تمام حقوق ملنا چاہیے جو ایک آدمی کو صرف اِس بنا پر حاصل ہوتے ہیں کہ وہ آدمی ہے۔ اِس نظریے کے ماننے والوں نے سماجی نظام کی تنقید کرنے کا بنیادی جواز یہ دیا کہ آدمی کو عورت پر برتری حاصل ہوتی ہے جیسے آدمی تعلیم حاصل کرتا ہے، نوکری کرتا ہے، پیسہ کماتا ہے، گھر والوں کی حفاظت کرتا ہے۔ چونکہ دوسرے تمام شعبوں کے ساتھ عورت پر بھی آدمی کو برتری اور فوقیت حاصل ہوتی ہے اِس لیے وہ عورت کی زندگی کے مختلف پہلوؤں کے متعلق فیصلہ کرنے کا بھی حقدار ٹھہرتا ہے؛ جیسے عورت کا تعلیم حاصل کرنا یا نہ کرنا، عورت کا نوکری کرنا یا نہ کرنا، اور عورت کے گھریلو فرائض، عورت کے مذہبی فرائض، عورت کا لباس، عورت کی معاشرے میں حصے داری، عورت کی مذہب میں حصے داری سے لے کر عورت کے جسم کے بے حد نجی معاملات تک کے متعلق آدمی ہی فیصلہ کرتا ہے۔ آدمی کو عورت پر فوقیت دینے والے معاشرے کو پدرانہ اور مردانہ سماج کہا گیا اور ایسے سماج کو تحریکِ آزادیِ نسواں نے نامعقول، ناقص، پرتشدد،

اور دقیانوسی بتایا۔۸؎ آزادیِ نسواں کے علمبرداروں نے آدمی اور عورت کے جنسی امتیاز کی سخت تنقید اور مخالفت کی۔ لاطینی امریکا کی عورتوں اور ادیبوں نے عورت اور مرد کے اِس امتیاز کی نشاندہی کر کے اُس پر گفتگو کرنے کی خاطر ''ماچو'' لفظ کو مثبت سے بدل کر منفی معنویت میں ایک اصطلاح کے طور پر استعمال کرنا شروع کیا؛ یعنی ''ماچو مرد'' ایک ایسا آدمی ہے جو دقیانوسی، غصے ور، اکھڑ، بوالہوس، انا پرست ہے۔ ''ماچو مرد'' عورت کو جسمانی اور عقلی طور پر کمزور سمجھتا ہے، وہ عموماً عورت پر اور بالخصوص اپنی بیوی پر حکم چلاتا ہے۔۹؎ ''ماچو مرد'' کی اختراع کی گئی اِس اصطلاح نے ایسا زور پکڑا کہ اسپینش اور پرتگالی زبان کے باہر دوسری بہت سی زبانوں میں ''ماچو'' لفظ اسی منفی معنویت میں استعمال ہونے لگا۔ آج انگریزی زبان میں ''ماچو'' ایک کثیر الاستعمال لفظ بن چکا ہے اور اِس لفظ کی مناسبت سے ''ماچو سوسائٹی'' (macho society) اور ''مچزمو'' (machismo) جیسی اصطلاحیں بھی اختراع کر لی گئی ہیں۔ اِس لفظیات کا استعمال روزمرہ کی زبان میں، صحافت کی زبان میں، اور تنقید و تحقیق کی نہایت سنجیدہ تحریروں میں بھی ہو رہا۔

اوپر میں نے جن اردو لغتوں کے حوالے دیے ہیں اُن میں مرد اور مردانگی کے لیے صرف مثبت معنی ہیں بھلے ہی اِن کے ایڈیشن ۱۹۶۰ء کے بعد کے ہوں۔ یعنی ''ماچو'' کے نئے معنی آنے کے بعد بھی اِن لغتوں میں ''مرد، مردانگی، مردانہ'' جیسے اردو لفظوں کے معنی میں ترمیم اور اضافے نہیں کیے گئے۔ اردو لغت کے علاوہ انگریزی اردو لغت میں macho لفظ کا اندراج نہیں ملتا حالانکہ اِس کام کے لیے کسی معیاری انگلش ڈکشنری کو ہی بنیاد بنایا جاتا ہے۔ جیسے پاکستان سے شائع ہونے والی ''قومی انگریزی اردو لغت''۱۰؎ میں macho کا اندراج نہیں ہے۔ لغت سے باہر آ کر اردو زبان اور ادب کے حوالے سے macho لفظ کے تناظر میں ''مرد، مردانگی، اور مردانہ'' جیسے لفظوں کا جائزہ لے کر اِن لفظوں کی کارفرمائی کے دیکھنے کی ضرورت ہے۔ ۱۷ ۱ رویں صدی سے لے کر موجودہ دور تک میں مرد، مردانگی، اور مردانہ لفظوں کو مثبت معنی میں ہی باندھا گیا ہے لیکن اِس کے باوجود اِن میں کبھی کبھی macho والے منفی معنی بھی پنہاں رہتے ہیں۔ مثال کے لیے میں یہاں کچھ اشعار نقل کر رہا ہوں۔ لیکن میں ان مثالوں میں مثبت اور منفی معنویت کی نشاندہی نہیں کروں گا بلکہ پڑھنے والے خود دیکھیں کہ کہاں مثبت معنی والا ''مرد'' ہے اور کہاں منفی معنی والا ''ماچو مرد'' ہے۔ یہاں میرا مقصد اردو ادب میں machismo کی نشاندہی کر کے کسی شاعر کی گرفت کرنا نہیں ہے بلکہ میں صرف یہ دیکھنے کی کوشش کر رہا ہوں کہ آج کے دور میں اردو میں ماچو لفظ کی غیر موجودگی کی صورت میں اِن اشعار کی تشریح کیسے کی جاسکتی ہے۔

مفلسی سب بہار کھوتی ہے   مرد کا اعتبار کھوتی ہے
ولی محمد ولی (۱۷۲۵ء۔۱۶۶۷ء)

متاعِ قحبۂ دنیا پہ کر نہ چشم سیاہ   کہ مالِ زن نہیں کھاتے جو مرد ہوتے ہیں
قائم چاندپوری (۱۷۹۴ء۔۱۷۲۵ء)

نامرد اور مرد میں اتنا ہی فرق ہے
وہ نان کے لیے مرے یہ نام کے لیے
حیدر علی آتش (۱۸۴۷ء۔۱۷۷۸ء)

پیر مغاں کے پاس وہ دارو ہے جس سے ذوقؔ
نا مرد مرد مرد جواں مرد ہو گیا
شیخ ابراہیم ذوق (۱۸۵۴ء۔۱۷۹۰ء)

اثر کر گئی نفس رہزن کی دھمکی
کہ یاں مرد کم اور زنانے بہت ہیں
اسماعیل میرٹھی (۱۹۱۷ء۔۱۸۴۴ء)

کیا خوف ہو ہمیں زن دنیا کے مکر کا
اپنی مدد کو ہمت مردانہ ساتھ ہے
نظم طباطبائی (۱۹۳۳ء۔۱۸۵۴ء)

نے پردہ نہ تعلیم نئی ہو کہ پرانی
نسوانیت زن کا نگہباں ہے فقط مرد
کوئی اندازہ کر سکتا ہے اس کے زورِ بازو کا
نگاہ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
محمد اقبال (۱۹۳۸ء۔۱۸۷۷ء)

ہند میں انسانیت کا دور ہی باقی نہیں
درد ہو کس طرح کوئی مرد ہی باقی نہیں
جوش ملیح آبادی (۱۹۸۲ء۔۱۸۹۸ء)

لنگی سے ڈھانپ ڈھانپ کے منھ اپنا روئیں گے
عورت جہاں جہاں تھی وہاں مرد ہوئیں گے
ساغر خیامی (۲۰۰۸ء۔۱۹۳۸ء)

اس عہدِ نو کو لہجہ مردانہ چاہیے
جس نے بھی میرے شعر پڑھے مرد ہوگیا
منظر حنفی (۲۰۲۰ء۔۱۹۳۶ء)

لیڈیز اتحاد جو بیگانگی سے ہے
کیا جانے خوف کیا انھیں مردانگی سے ہے
خالد عرفان (۱۹۵۸ء)

اِن چند مثالوں سے یہ بات شاید واضح ہو رہی ہے کہ macho اور machismo کے لیے اردو لفظوں کی غیر موجودگی میں اِن اشعار کی مکمل اور معقول تشریح کر پانا ہمارے لیے شاید مشکل ہوگا۔ اِس لیے کہا جا سکتا ہے کہ مرد اور مردانگی کے مثبت اور منفی معنوں میں زبان کی حد تک تفریق نہ کر پانے کی مجبوری میں یہ لفظ کبھی کبھی گمراہ کن بھی ہو سکتے ہیں۔ بلکہ مرد اور مردانگی کے متضاد الفاظ ''نامرد'' اور ''نامردی'' کے استعمال کو غور سے دیکھنے پر یہ گمراہی تشویشناک حد تک بڑھی ہوئی نظر آتی ہے۔ آگے آنے والی گفتگو میں ''نامرد'' کے متعلق ایسے تشریحی معنی بھی آئیں گے جن کے لیے میں معذرت خواں ہوں۔ اردو زبان میں ''مرد'' ایک مثبت لفظ ہے جس کا متضاد ''نامرد'' ہے۔ نامرد کا معنوی حلقہ اچھا خاصا وسیع ہے جس میں جنسی طور پر کمزور آدمی کے بنیادی معنی کے ساتھ جسمانی طور پر کمزور، بزدل، ڈرپوک، پست حوصلے والا، پست ہمت والا آدمی بھی آ جاتا ہے بلکہ اُس شخص کو بھی شامل کر لیا جاتا ہے

جو امرد پرست، ہم جنس پرست، مخنث، زنخہ، زنانہ، اور ہجڑا ہوتا ہے۔ اِس کے نتیجے میں امرد پرست، زنانہ، اور ہجڑا جیسے لفظ ڈرپوک اور بزدل آدمی کے لیے بھی استعمال ہوتے ہیں۔ چونکہ مرد کی صفات میں شرافت، شجاعت، اعلیٰ نفسی، اور اعلیٰ نسبی شامل ہیں اِس لیے ''نامرد'' کو رذیل اور ذلیل جیسی منفی صفات کا مرکب ٹھہرایا جاتا ہے۔ یہ بہت عام سی بات ہے کہ کسی آدمی کی تضحیک کرنے کے لیے اُس کو ''نامرد'' کہہ دیا جاتا ہے، بھلے ہی قوتِ باہ کے اعتبار سے وہ کیسا ہی فعال آدمی ہی کیوں نہ ہو۔ اِس کی مثال بالی ووڈ کی فلموں کے مکالموں میں آسانی سے مل جاتی ہے کیونکہ فلموں میں عام بول چال کی زبان استعمال ہوتی ہے۔ مثال کے طور پر فلم ''شعلے'' [۱۱] میں گاؤں کے ٹھاکر صاحب نے گاؤں والوں کو ظالم ڈاکوؤں کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار کیا ہے۔ ڈاکوؤں کو اِس امر کا پتا چلتا ہے تو وہ کہتے ہیں: ' ٹھاکر نے ہجڑوں کی فوج بنائی ہے۔'' ظاہر ہے اِس مکالمے میں گاؤں والوں کو کمزور اور بزدل ہونے کی بنا پر ''ہجڑا'' کہا جا رہا ہے نہ کہ حقیقی معنوں میں کہ وہ سب ایسے آدمی ہیں جن میں قوتِ باہ کی کمی ہے۔

فلم ''یشونت'' [۱۲] کا ایک گانا بھی اِسی خیال کی مثال میں دیکھا جا سکتا ہے جس کا مکھڑا یوں ہے: ''ایک مچھر سالا، آدمی کو ہجڑا بنا دیتا ہے۔'' اِس گانے کا مرکزی خیال یہ ہے کہ آج کے معاشرے میں اخلاق اور شرافت نہیں ہے، ہر طرف بے ایمانی اور بدعنوانی ہے، لوگوں میں حس نہیں ہے۔ ایسے لوگوں کو نغمہ نگار سرور لکھنوی ''ہجڑا'' بتاتے ہیں۔ ہجڑا کیونکہ ''نامرد'' ہے اِس لیے وہ اعلیٰ صفتوں والے شریف مرد کی صف سے بھی باہر مانا جاتا ہے۔ ہجڑے اور مرد کی اِس تکرار کے ذیل میں موجودہ دور کے شاعر حسن عباس رضا کی نظم توجہ طلب ہے:

تم کو کیا معلوم محبت کیا ہوتی ہے
تم کو کیا معلوم جدائی شب کیسے کٹتی ہے
اور دن کتنے ویراں ہوتے ہیں
تم کو کیا ہے
تم تو اپنی بیویوں سے بھی
ڈرے ڈرے
شرمندہ شرمندہ ہم بستری کرتے ہو
تم کو کیا معلوم ہے
شاعری
پورا مرد اور پوری عورت مانگتی ہے
تم نے کسی ہجڑے کے لب پر

شعر کا پھول کھلے دیکھا ہے
اس کی اجڑی ویراں آنکھ میں
نظم کا دیپ جلے دیکھا ہے

یہ تو ہو سکتا ہے
(اور اکثر ایسا ہوتا آیا ہے)
شاعر، ہجڑے ہو جاتے ہیں
لیکن کوئی ہجڑا
شاعر ہو نہیں سکتا
شاعری پورا مرد
اور پوری عورت مانگتی ہے [۱۳]

حسن عباس رضا کی اِس نظم میں ۱۹رویں صدی سے شروع ہونے والی اصلاحی تحریک کے نظریے کو آسانی سے دیکھا جا سکتا ہے۔ اِس تحریک کے علمبرداروں نے اردو نثر اور شاعری خاص کر غزل اور مثنوی کی اصلاح کے لیے بہت کچھ لکھا ہے۔ ان مصلحین کا یہ عام اور مشترکہ خیال تھا کہ شاعروں کا محبوب اکثر ایک خیالی نوعمر حسین لڑکا ہوتا ہے اِس لیے غزل جھوٹ اور امرد پرستی کی طرف راغب کرتی ہے۔ جھوٹ اور امرد پرستی دونوں باتیں ''مرد'' کے اخلاق کو بگاڑ کر اُس کو ''نامرد'' بنا دیتی ہیں۔ اور چونکہ اچھے اخلاق مرد کا زیور ہیں اِس لیے شاعروں میں مردانگی نہیں ہے۔ اِس نظریے کے ہم خیال اور اردو ادب کے مصلح عبدالحلیم شرر نے ''ہمارے شعراء کا معشوق'' [۱۴] کے عنوان سے ایک مضمون بھی لکھا تھا۔ دوسروں کی طرح اُنھوں نے بھی شاعروں کو مشورے دیے تھے کہ وہ اپنے معشوق کو نسوانی معشوق کی صنف میں ہی باندھیں۔ یعنی شاعری کرنے والے اِس مقصد سے نیچرل شاعری کریں کہ اُن کی شاعری کو پڑھ کر لوگوں میں ''حقیقی'' احساس پیدا ہوں۔ اِسی صف سے تعلق رکھنے والے الطاف حسین حالؔی کی مقدمۂ شعر و شاعری ۱۹رویں صدی کی ایک اہم کتاب ہے جس میں انھوں نے اردو شاعری کی تنقید کی ہے۔ مقدمۂ شعر و شاعری میں حالؔی نے شاعروں کے معشوق کے بارے میں لکھا ہے:

> ''معشوق کو کبھی چیرہ یا قبا یا سبزہ خط کے ساتھ اور کبھی چوٹی موباف آرسی اور چوڑیوں کے ساتھ ذکر کرنا اور باوجود اِس کے افعال وصفات کو ہمیشہ مذکر لانا اِس کے یہ معنی ہوں گے کہ معشوق نہ مرد ہے اور نہ عورت بلکہ زنانہ ہے یا ہجڑا۔'' [۱۵]

یہ ایک الگ اور اہم باب ہے کہ ادب کی اصلاحی تحریک کی ضرورت کن حالات میں پیدا ہوئی تھی اور اردو ادب

پر اِس کے کیا اثرات رونما ہوے، اور یہ بھی کہ اصلاحی تحریک کے علمبرداروں میں کس قسم کے لوگ شامل تھے۔ اِس موضوع پر گفتگو کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ہے۔ بہر حال اب تک کی بحث اور مثالوں کے دیکھنے کے بعد یہ تصور پیدا ہوسکتا ہے کہ اردو میں macho اور machismo لفظ یا اِن کے نعم البدل لفظ کے نہ ہونے کی وجہ سے اردو بولنے والے اِن لفظوں کی معنویت سے بھی آشنا نہیں ہیں، لیکن ایسا نہیں ہے۔ ۱۹۶۰ء والی تحریکِ آزادیِ نسواں سے پہلے بھی اردو ادب میں پدرانہ سماج کے خلاف لکھا جا رہا تھا۔ [۱۶] اور ۲۰/ ویں صدی سے تو نثر اور نظم لکھنے والی خواتین کی ایک بڑی تعداد نے تانیثی ادب تخلیق کرنا شروع کر دیا تھا جس میں رشید جہاں، عصمت چغتائی، ادا جعفری، قرۃ العین حیدر، کشور ناہید، فہمیدہ ریاض، عذرا عباس، پروین شاکر، ترنم ریاض وغیرہ کے نام بالکل سامنے کے ہیں۔ جیسا کہ ہم جانتے ہیں کہ تانیثی ادب میں پدرانہ سماج کے خلاف آواز اٹھائی جاتی ہے اور تانیثی ادیبوں کی تنقید کا نشانہ ''ماچو مرد'' ہوتا ہے۔ اردو تانیثی ادب میں بھی ایسا ہی ہوتا ہے لیکن macho لفظ کی ناموجودگی کی بنا پر تانیثی ادب میں ''مرد'' لفظ کو اِس کی اکہری معنویت والے مثبت لفظ کے برخلاف اکہری معنویت والے منفی لفظ کے طور پر استعمال کیا جاتا ہے۔ یعنی تانیثی ادیبوں کا ''مرد'' ایک ایسا آدمی ہے جو دقیانوسی، غصے ور، اکھڑ، بوالہوس، انا پرست ہے۔ وہ عورت کو جسمانی اور عقلی طور پر کمزور سمجھتا ہے، اور وہ عورت پر عموماً اور بالخصوص اپنی بیوی پر حکم چلاتا ہے۔ اب یہاں یہ دیکھنا دلچسپی سے خالی نہ ہوگا کہ تانیثی ادیبوں کے نشانے پر رہنے والا ''مرد'' پوری طرح سے مثبت لفظ نہیں ہے۔ جیسے اوپر ''مرد'' کی دو قسموں کی مثالیں دیکھی جا چکی ہیں جو آدمیوں کی ہی بنائی ہوئی ہیں یعنی ''مرد'' اور ''نامرد''۔ اِس ''مرد'' کو بھی ایک کلیے کے طور پر اکہری معنویت والے کردار میں نہیں دیکھا جا سکتا کیونکہ اِن میں ایسے مرد بھی ہیں جو ''نامرد'' کے اُن تمام معنوں کو قبول نہیں کرتے جن کا ذکر اوپر آچکا ہے یعنی بزدل، جسمانی طور پر کمزور، جنسی طور پر کمزور آدمی کے ساتھ ساتھ امرد پرست، زنانہ، اور ہجڑا وغیرہ۔ یہ لوگ مانتے ہیں کہ ''ہجڑا'' یا ''نامرد'' ایک شریف اور اعلیٰ نفس انسان ہوسکتا ہے اور شاعری بھی کر سکتا ہے۔ اور یہ آج کی ''جدید'' فکر کا نتیجہ نہیں ہے بلکہ شعراء کے پرانے تذکروں میں ایسے شاعروں کا ذکر ملتا ہے جن کا محبوب کوئی لڑکا تھا۔ اور اِس ''مردانہ صنف'' والے معشوق کے بیان میں وہ کسی طرح کا ابہام بھی نہیں رکھتے تھے۔ مثال کے طور پر ابوالحسن امیر الدین احمد الہ آبادی کے ''تذکرۂ مسرت افزا'' [۱۷] کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔ اور تاریخ میں ایسے خواجہ سراؤں کا بھی ذکر ہے جن کا شمار شرفا اور حکومت کے عمائدین میں ہوتا تھا جیسے سلطنتِ اودھ کے خواجہ سرا دیانت الدولہ یا تحسین علی خاں اور ایسے ''نامرد یعنی قوتِ باہ سے محروم'' آدمی بھی گزرے ہیں جو بڑے بہادر سپہ سالار تھے۔ [۱۸، ۱۹] لہٰذا بہت سے مرد یہ مانتے ہیں کہ ''نامرد'' اعلیٰ صفتوں کے حامل ہو سکتے ہیں۔ اِس طرح ''مرد'' کی تین بہت ہی بنیادی قسمیں بن رہی ہیں اور ''ماچو مرد'' اِن تینوں قسم کے مردوں میں موجود ہوسکتا ہے۔ ایسی صورت میں تانیثی ادیب اور مفکر اپنی تحریروں اور مباحثوں میں مرد لفظ استعمال کر کے ''ماچو مرد'' کی تنقید کیسے کریں، یہ ایک پیچیدہ مسئلہ ہے۔ ایک دوسرے سیاق و سباق میں ترنم ریاض اپنے ایک مضمون میں لکھتی ہیں:

> ''مردوں کو ہدف ملامت بنائے بغیر اُنھوں نے [یعنی ۲۰ / ویں صدی کی تانیثی ادیبوں نے] براہِ راست اُن سماجی قدروں کو نشانہ بنایا ہے جو عورتوں کو زیر اور استبداد میں رکھتی تھیں۔''[۲۰]

ترنم ریاض کی یہ بات آدمی کی تین قسموں کی پیچیدگی سے گریز کرنے کے طور پر تو دیکھی جاسکتی ہے لیکن یہ اِس کا حل نہیں ہے کیونکہ تانیثی تحریروں میں ''ماچو مرد'' سے براہِ راست خطاب کیا جاتا ہے اور اُس کے لیے لفظ ''مرد'' ہی استعمال ہوتا ہے۔ مثال کے طور پر عصمت چغتائی اپنے مضمون ''آدھی عورت آدھا خواب'' میں مرد کو ایک اکہرے منفی کلیے میں استعمال کرتی ہیں، وہ لکھتی ہیں:

> مرد کے کان میں پیدا ہوتے ہی پھونک دیا جاتا ہے کہ وہ برتر ہے اور اس کی معصومیت دیکھیے کہ وہ واقعی یقین کر لیتا ہے کہ وہ دنیا کی لائق ترین عورت سے بلند ہے۔ صرف اس لیے کہ وہ مرد ہے، پھر جب اسے اپنے سے زیادہ تعلیم یافتہ اور عقلمند عورت ملتی ہے تو وہ اس سے نفرت کرتا ہے کیونکہ اس وقت وہ خود کو دھوکا نہیں دے سکتا۔''[۲۱]

یہاں صاف دیکھا جا سکتا ہے کہ عصمت چغتائی ''ماچو مرد'' کی بات کر رہی ہیں جس کے لیے لفظ ''مرد'' استعمال ہو رہا ہے اور پورے مضمون میں کہیں اشارہ بھی نہیں دیا جاتا کہ اِس مرد کا تعلق اُس اعلیٰ صفات والے شریف مرد سے نہیں ہے۔ ایک دوسری مثال بھی دیکھیے۔ تانیثی افسانہ اور ناول نگار بشریٰ رحمٰن کی کہانی ''عشق عشق'' کی پہلی سطر میں ہی لفظ مرد آیا ہے اور پورے افسانے میں مرد لفظ ایک کلیے کی طرح ہی استعمال ہوتا ہے۔ بشریٰ رحمٰن لکھتی ہیں:

> اپنے ساتھ زندگی کرنے کے جرم میں مرد عورت کو اِس قدر تھکا دیتا ہے کہ بعض اوقات وہ چاہنے لگتی ہے کہ اُس کی توجہ اِدھر اُدھر ہو جائے اور وہ ستا لے...... مرد اپنی انا کے سارے چاند تارے اپنے ماتھے پر سجا لیتا ہے اور ایک دم اپولو ۱۱/ بن جاتا ہے۔ اور چاہتا ہے کہ محبوبہ کو اڑا کر چاند نگر میں لے جائے۔ پاؤں مار کر دھرتی کا سینہ شق کر دے اور اُس میں اُس کمینی عورت کو اٹھا کر پھینک دے جو اُس کی بیوی ہوتی ہے، مگر وہ صرف اِتنا کہتا ہے، ''میں تمہارے لیے کیا نہیں کر سکتا!'' کہنے کا مطلب تو یہی ہوتا ہے کہ ایک بیوی اور بچی کی کیا حقیقت ہے، طلاق کا ایک چھوٹا سا لفظ صرف تین بار استعمال کرنے کی ضرورت ہوگی۔ مگر وہ نادان یہ نہیں جانتا کہ ایک عورت صرف تین بار استعمال ہونے کے بعد مرد کے دل سے اتر جاتی ہے۔''[۲۲]

یہاں بھی منفی معنویت والے آدمی یعنی ''ماچو مرد'' سے خطاب کیا جا رہا ہے۔ اور یہ معاملہ صرف ایک دو تحریروں کا نہیں ہے اور نہ ہی کسی خاص نظریے سے منسلک مصنفوں کا ہے۔

یہ سچ ہے کہ زیادہ تر تانیثی ادب میں عورتوں کے مسائل کے پس منظر میں پدرانہ اور مردانہ سماج کی تنقید کی جاتی

ہے اور عموماً تنقید کا لہجہ بے باک، ترش، اور تھوڑا جارحانہ ہوتا ہے۔ اِس بے باک لہجے کی بنا پر اکثر تانیثی ادب پر فحش، بے حیائی کے الزام بھی لگائے جاتے ہیں۔ عصمت چغتائی، کشور ناہید، اور فہمیدہ ریاض کی تحریروں پر عدالتوں کے مقدمے اِس کی مثال ہیں۔۲۳ زبان کا یہ بے باک، ترش، اور جارحانہ لہجہ تانیثی ادب کی ایک خاص پہچان بن گیا ہے اِس لیے جب کوئی ذرا نرم اور دھیمے لہجے میں بات کرتا ہے تو فیمنسٹ (feminist) اور فیمنن (feminin) کی اصطلاح میں الجھاؤ پیدا ہو جاتا ہے۔ کچھ اسی طرح کا معاملہ پاکستان کی شاعرہ پروین شاکر کے ساتھ پیش آیا۔۲۴ پروین شاکر نے اپنی شاعری میں نرم، دھیمے، اور نسائی لہجے میں پدرانہ سماج اور ماچو مرد کی تنقید کی ہے۔ بات آگے بڑھانے سے قبل یہاں پروین شاکر کے شعری مجموعے ''خوشبو'' کی ایک نظم نقل کرنا بہتر ہوگا جس سے اُن کے لہجے کا اندازہ ہو سکے گا۔ اِس نظم کا عنوان ہے: صرف ایک لڑکی

اپنے سرد کمرے میں
میں اُداس بیٹھی ہوں
نیم وا دریچوں سے
نم ہوائیں آتی ہیں
میرے جسم کو چھو کر
آگ سی لگاتی ہیں
تیرا نام لے لے کر
مجھ کو گدگداتی ہیں
کاش میرے پر ہوتے
تیرے پاس اُڑ آتی
کاش میں ہوا ہوتی
تجھ کو چھو کے لوٹ آتی
میں نہیں مگر کچھ بھی
سنگ دل رواجوں کے
آہنی حصاروں میں
عمر قید کی ملزم
صرف ایک لڑکی ہوں ۲۵

اِس نظم کا لہجہ نرم ہے اور زبان کی حد تک معاملہ خاصا مبہم بھی ہے کہ کس سے مخاطب ہوا جا رہا ہے، کم و بیش پروین شاکر کا لہجہ بیشتر لوگوں کو نسوانی اور خوبصورت بھر دکھائی دیتا ہے۔ وہ ''ماچو مرد'' کو بالکل سامنے نہیں رکھتیں اِس

لیے اُن کے سُننے اور پڑھنے والوں میں ہی نہیں بلکہ خود تانیثی ادیبوں میں اچھا خاصا اختلاف ہے کہ پروین شاکر فیمنن شاعر ہیں یا فیمنسٹ۔ مثال کے طور پر پاکستان کی تانیثی شاعرہ فہمیدہ ریاض ایک انٹرویو میں پروین شاکر کے متعلق پورے اعتماد سے کہتی ہیں:

''وہ [پروین شاکر] ایسی نظمیں لکھتی تھی جو مردوں کو خوش کریں، مگر ایسی کوئی بات کبھی نہیں لکھتی تھی جس سے کہ یہ مردانہ سماج ناخوش بھی ہو سکے...... تو وہ بہت اچھی شاعر تھی لیکن وہ فیمنسٹ وغیرہ نہیں تھی۔''۲۶

پروین شاکر کے حوالے سے ہی ایک اور مثال دیکھیے۔ ہندوستان میں تانیثی ادب کے موضوع پر ایک مذاکرہ ہو رہا تھا جس میں ایک موقع پر پروین شاکر کا یہ شعر پڑھا گیا:

میں سچ کہوں گی مگر پھر بھی ہار جاؤں گی　　وہ جھوٹ بولے گا اور لاجواب کردے گا

تو اِس شعر پر بحث ہو گئی کہ اِس میں تانیثیت نہیں ہے بلکہ اِس شعر میں شکست کا احساس ہے۔ ۲۷ شاکر کے لہجے کی نرمی ہی شاید اِس بحث کی بنیاد بنی تھی۔ یہاں یہ سوال پیدا ہو رہا ہے کہ پدرانہ اور مردانہ سماج کی تنقید کرنے میں تانیثیت کا نظریہ کس حد تک کامیاب ہے جبکہ اُن کی تحریروں میں مردانہ سماج کے ستائے ہوئے آدمی/مرد، خاص کر نامرد (عورت جیسے لگنے اور دکھائی دینے والے) موجود نہیں ہیں، اِس سے بڑھ کر اِن سب کو بس ''مرد'' کے خانے میں رکھ کر بات کی جاتی ہے۔ کچھ فیصلہ کن لہجے میں یہ بات کہی جاسکتی ہے کہ مرد لکھنے والے اپنی تحریروں میں ''مرد'' لفظ کو ایک مثبت اکہری معنویت میں استعمال کرتے ہیں اور تانیثی ادیب، خاص طور سے عورتیں اپنی تحریروں میں ''مرد'' لفظ کو ایک منفی اکہری معنویت میں استعمال کرتی ہیں جبکہ دونوں کی دنیا میں مرد ایک سے زیادہ معنی میں موجود ہے۔ معنی کا یہ ابہام لوگوں کی بول چال میں، اُن کی سوچ میں اِس طرح جذب ہے کہ کبھی کبھی انگریزی زبان سے واقفیت رکھنے والے بھی ''ماچو'' لفظ کو مثبت معنی والے ''مرد'' لفظ کے طور پر ہی استعمال کرتے ہیں۔ جنوبی ایشا کے لوگ اپنی روزمرہ کی بولنے کی زبان میں انگریزی لفظوں اور انگریزی کے چھوٹے چھوٹے جملوں کا بڑی روانی سے استعمال کرتے ہیں اِسی لیے رابطے کی بولنے والی زبان، جیسے فلموں کی زبان، ریڈیو کی زبان، اشتہاروں کی زبان، اور ٹی وی کی زبان میں بھی انگریزی لفظوں کا استعمال ہوتا ہے۔ یہاں میں کچھ مثالیں دوں گا جس میں انگریزی لفظ ''ماچو'' کو اردو لفظ ''مرد'' کے معنی میں استعمال کیا گیا ہے۔ ہندوستان میں آدمیوں کی جانگھیا اور بنیائن بنانے والی کمپنی امؤل کے ایک برانڈ کا نام ''امؤل ماچو'' ہے۔ ہندوستانی ٹی وی پر ''امؤل ماچو'' کے کئی اشتہار نشر ہوئے ہیں جن میں ''ماچو'' لفظ کو مثبت معنی میں استعمال کیا گیا تھا۔ ''امؤل ماچو'' برانڈ کے نام کی وضاحت کرتے ہوئے کمپنی کے ڈائرکٹر سندیپ سکساریا نے ایک انٹرویو میں کہا تھا:

''امؤل ماچو'' یہ پیغام دیتا ہے کہ اِس کو جب آپ پہنتے ہیں تو آپ کے اندر جذبات واحساس کی

لہریں دوڑنے لگتی ہیں۔ یہ جذبات خیالی رنگین دنیا کے ہو سکتے ہیں، ماچو احساس کے ہو سکتے ہیں،
اور خود اعتمادی کے ہو سکتے ہیں۔'' ۲۸

دوسری مثال ۲۰۰۸ء کی بالی ووڈ فلم ''رب نے بنا دی جوڑی'' کی ہے۔ اِس فلم کا مرکزی کردار (جنوبی ایشیا میں اِس کو ''ہیرو'' کہا جاتا ہے) ایک سیدھا سادہ آدمی ہے جس کی بیوی اُس کو پیار نہیں کرتی۔ ہیرو کے دوست کو ایک بار پتا چلتا ہے کہ اُس کے دوست کی بیوی موٹر سائکل چلا رہی تھی اور اُس کا دوست پیچھے بیٹھا تھا۔ اِس واقعے پر دوست کا ردِّ عمل فلم کے مکالموں میں دیکھیے:

دوست: تو بھابھی بائک چلا رہی تھی؟

ہیرو: ہاں

دوست: وہ بھی ۱۲۰ کی اسپیڈ سے۔ اور تو کیا کر رہا تھا؟

ہیرو: میں پیچھے بیٹھا تھا۔

دوست: پیچھے کیا کر رہا تھا؟

ہیرو: وہ ہینڈ بیگ پکڑنا تھا نا۔

دوست: او یار، زنانی بائک دوڑا رہی ہے اور تو لیڈیز بیگ پکڑ کے پیچھے بیٹھا ہے۔ سارا ماچو خراب کر دتا ہے یار۔

یہاں پر ہیرو کی سمجھ میں نہیں آتا کہ یہ ماچو کیا ہے تو اس کا دوست وضاحت کرتا ہے۔

دوست: اوے بندے بائک کیوں چلاتے ہیں، ماچو دکھنے کے لیے۔ جینس کیوں پہنتے ہیں، ماچو دکھنے کے لیے۔

ہیرو: پر یہ ماچو ہے کون؟

دوست: اوے پاپے، ماچو دا مطلب ہوتا ہے مرد۔ اور تو پچھلی سیٹ پر بیگ پکڑ کے بیٹھا ہے۔ پورے ماچو کی!!!

ہیرو: او یارا، پر یہ ماچو ٹھیک کیسے کرتے ہیں؟

دوست: پہلے تو پچھلی سیٹ پر کبھی نہیں بیٹھتے۔ بائک ہو یا گھر، ہینڈل ہمیشہ

اپنے ہاتھ میں ورنہ بھابھی کبھی عزت نہیں کرے گی۔ اور جو چلتے ہیں نا،

ایسے سینہ تان کے چلتے ہیں۔''۲۹

اپنے دوست کی اِن باتوں پر عمل کرتے ہوئے ہیرو گلے میں زنجیر، ہاتھ میں زنجیر، چست کپڑے پہنے ہوئے، بدن کو اکڑائے اپنے رگ پٹھوں کو بل دیتے ہوئے اپنی بیوی کو مرعوب کرنے کی کوشش کرنا شروع کرتا ہے۔ ہیرو میں آنے والی یہ تمام تبدیلیاں وہی ہیں جو ۱۹۶۰ء سے پہلے والے ''ماچو مرد'' کی خوبیاں تھیں یعنی ماچو مطلب شاندار، جمیل، شجاع مرد۔ اِس فلم میں ''ماچو'' لفظ کو اور ''مرد کی مردانگی'' کے تصور کو ذرا مزاحیہ طور پر ہلکے پھلکے انداز میں استعمال کیا گیا ہے لیکن اصل زندگی میں ''مرد'' لفظ کو مثبت معنویت میں باندھنا خاصا گمراہ کُن بھی ہوسکتا ہے۔ مثال کے طور پر ۲۰۰۶ء میں شمالی ہندوستان کے پہاڑی علاقے مسوری (منسوری) میں ایک دکاندار سے میری ملاقات ہوئی تھی۔ اُن حضرت کا ہندوستانی فوج سے کوئی تعلق نہیں تھا لیکن اُن کی شکل وصورت اور ظاہری ہیئت اچھی خاصی فوجیوں کی سی تھی۔ اُن کی کمر میں پسٹل کی شکل والا سگریٹ لائٹر لگا ہوا تھا اور اُنھوں نے اپنی دکان میں جرمن نازی جھنڈا بھی سجا رکھا تھا۔ نازی جھنڈے کے متعلق جب میں نے استفسار کیا تو اُنھوں نے اِس کا جواز یہ دیا تھا: اڈولف ہٹلر بہت ڈسپلنڈ اور اصول کا پکا آدمی تھا۔ وہ ایک اصلی مرد تھا اور ہندوستان کو ایسے ہی مرد کی ضرورت ہے۔

میں اِس مضمون میں اُن افراد کی نشاندہی کرنے کی ضرورت نہیں سمجھتا کہ جنھوں نے machismo نظریے کی تشریح کر کے حکومت اور سیاسی اقتدار حاصل کرنے میں کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ اس کے لیے بہتر ہے کہ نیویارک یونی ورسٹی میں تاریخ کی پروفیسر Ruth Ben-Ghiat کی کتاب Strongmen: Mussolini to the Present کا مطالعہ کیا جائے۔۳۰ اِس کتاب میں موجودہ اور بیتے وقت کے اُن ''مردوں'' کی حکمتِ عملی کا تجزیہ کیا گیا ہے جس میں ''مردانگی'' کا خاص مقام ہے۔ ظاہر ہے یہ بے حد حساس اور نازک موضوع تھا مگر Ruth Ben-Ghiat نے اپنی تحریروں میں macho اور machismo جیسے لفظوں کا استعمال کر کے بات میں الجھاؤ پیدا نہیں ہونے دیا۔ اِس قسم کے سنجیدہ اور آج کے موضوعات کے لیے زبان کی حد تک اردو میں لفظیات کی صورتِ حال کا کچھ اندازہ شاید اِس مضمون سے ہوتا ہے۔ مرد، مردانگی اور نامرد، نامردی سے لے کر زنانہ، ہجڑہ جیسے لفظوں کی معنویت کو ابھی کئی منزلیں طے کرنا ہیں۔

حواشی:

1. TIME Magazine, New York, USA

۲۔ مراثیِ میر انیس مرحوم، تیج کمار پریس لکھنؤ۔

3. An America:Robert S. Lee, Machismo Values and Violence in Empirical Study. Violence and the Prevention of Violence, ed. Leonore Loeb Adler, Florence Denmark, London.
1995. Robert Brent Toplin, Unchallenged Violence - An American Ordeal, Westport, Conn. and London: Greenwood Press, 1975

4. Dictionary of Urdu Classical Hindi and English (1884)

۵۔ سید احمد دہلوی، فرہنگِ آصفیہ

۶۔ مولوی عبدالحق، اردو۔ انگریزی ڈکشنری

7. Latino Youth and Machismo: Working Towards a More Complex Understanding of Marginalized Masculinities, Thesis Dissertation from Ryerson University, 2008

8. Sisterhood Is Powerful: The Women's Anthology for a New Millennium, ed. Robin Morgan, Vintage Books, 1970

9. Betty Friedan, The Feminine Mystique, (50th Anniversary Edition), W.W. Norton & Company, 2013

۱۰۔ قومی انگریزی اردو لغت، مقتدرہ قومی زبان، پاکستان

۱۱۔ شعلے، سپی فلمس۔ ۱۹۷۵ء

۱۲۔ یشونت، شالیمار انٹرنیشنل۔ ۱۹۹۶ء

۱۳۔ حسن عباس رضا، تعاوان (؟)

۱۴۔ عبدالحلیم شرر، ہمارے شعراء کا معشوق (مضمون)

۱۵۔ الطاف حسین حالی، مقدمۂ شعر و شاعری

16. Gail Minault, Secluded Scholars: Women's Education and Muslim Social Reform in Colonial India, Oxford University Press. 1999

۱۷۔ ابوالحسن امیر الدین احمد الہ آبادی، تذکرۂ مسرت افزا

۱۸۔ واجد علی شاہ، عشق نامہ

۱۹۔ شیخ تصدق حسین، بیگماتِ اودھ، کتاب نگر لکھنؤ۔ ۱۹۵۶ء

۲۰۔ ترنم ریاض، چشمِ نقشِ قدم، ایجوکیشنل پبلشنگ ہاؤس، دہلی۔ ۲۰۰۵ء

۲۱۔ عصمت چغتائی، آدھی عورت آدھا خواب

۲۲۔ بشریٰ رحمٰن، عشق عشق، بیسویں صدی پبلیکیشنز پرائیوٹ لمیٹڈ، نئی دہلی۔ ۱۹۸۶ء

۲۳۔ عصمت چغتائی پر لاہور کورٹ میں مقدمہ، کشور ناہید پر قریب ۳۰ر مقدمے، فہمیدہ ریاض پر تقریباً ۱۴ر مقدمے۔ (مقدموں کی تعداد میں کمی بیشی ممکن ہے۔)

24. Imran Khan, "Just a Girl" and Other Poems: Revisiting the Writings of Parveen Shakir, Sagar: A South Asia Research Journal XXI, University of Texas at Austin, 2013

۲۵۔ پروین شاکر، خوشبو، شانِ ھند پبلی کیشنز، نئی دہلی۔ ۱۹۸۸ء

۲۶۔ ہم کلام، ریختہ، ۲۰۱۴ youtube.com/watch?v=cVUkg-6N46M

۲۷۔ اردو ادب کی تانیثی آواز، جشنِ ریختہ ۲۰۱۵ء

۲۸۔ جے پی ہوزری کے ڈائرکٹر سندیپ سیکساریا کا afaqs! کے ساتھ انٹرویو۔ ۲۰۱۴ء

۲۹۔ رب نے بنادی جوڑی، یش راج فلمس۔ ۲۰۰۸ء

30. Ruth Ben-Ghiat, Strongmen: Mussolini to the Present, W. W. Norton & Company, 2020